عبداللہ حسین کا افسانہ" سمندر" اور عالمی حِسّیت

انیل سیموئیل

Abstract:

Abdullah Hussein is a famous and unique Urdu fiction writer. His themes, style and language depicts his contemporary sensibility. He used metaphor of ocean as ancient narratorlike usage of river in Hermann Hesse's "Siddhartha". He establishes a symbol of Ocean(Atlantic) to describe global sensibility of twentieth century. Human beings are unaware of many realities even in this era of information. In fact the universe is also a huge and unended ocean and the earth is a small ship sailing and carrying all creatures from the un known beginning to unknown end.

عبداللہ حسین کےاولین افسانے"ندی" اور بعد میں لکھے گئے افسانے" سمندر" میں بہت گہرا معنوی و علامتی رشتہ ہے۔ دونوں افسانے اپنی اپنی معنویت میں عصری استعارے ہیں۔" ندی " اپنے لغوی معنوں کی مناسبت سے محدود عصر کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس محدود عصر کو " بلانکا" کی نظروں نے دیکھا اور دل و دماغ نے محسوس کیا ہے۔ " سمندر" قدرے وسیع عصر کا استعارہ ہے۔ یہ کائنات ایک وسیع و عریض سمندر ہے اور زمین کسی قدیم بحری جہاز کی طرح محوِ سفر ہےفیروز، ای نڈ اور اس کی ماں، ہینگرین جوڑا ، سمندری بگلے جہاز اور خود سمندر سب ہم سفر ہیں۔

"زمین" اس کائناتی سمندر میں لاکھوں سالوں سے سفر کر رہی ہے۔ اور اس زمین پر سوار کئی قومیں، قبیلے اور نسلیں کائنات کے اس بے کراں سمندر میں ، جلاوطن مسافر ہیں۔ ہر فرد کا کینوس محدود بھی ہے اور لا محدود بھی۔ فزکس کی زبان میں حالتِ سکون(Rest)اور حرکت (Motion)کے باہمی اختلاط میں غلطاں ان دیکھے کناروں کی طرف رواں دواں۔ یعنی حالتِ سکون میں بھی حرکت اور حالتِ حرکت میں سکوں کے فریب میں پھنسے مسافر۔ عبداللہ حسین کا یہ افسانہ عصر در عصر حسیت کی بہترین مثال ہے۔ وہ عصر جس کا کوئی انت نہیں ہوتا ۔ "سمندر" اپنی معنویت میں بے انت ہے۔ افسانے کے آغاز میں اطلانتک کے بحری سفر کی منظر نگاری قاری کو گہرے اور وسیع عصری سفر پر لے نکلتی ہے:

> "ہم اطلانتک کو پار کر رہے تھے۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو سورج ڈوب رہا تھا تو اسی ڈیک پر جہاز کے نقارچیوں نے کوچ کا نغمہ بجایا تھا ۔، جس میں شامل الوداعی دھنوں کے ساتھ ساتھ روانگی سفر کا ولولہ بھی تھا جس نے ہم سب کو بیک وقت غمزدہ اور خوش و خرم بنا دیا تھا۔اب شام پڑ رہی تھی اور ہم ساحلی پانیوں میں چکر کاٹ رہے تھے۔ کنارے کی روشنیاں سمندر میں جھلملا رہی تھیں جو تاریک تر ہوتا جا رہا تھا۔ آہستہ رو جنوبی ہوا چل رہی تھی۔"(۱)

"سمندر" استعارے سے علامت تک کئی صورتوں میں اپنے وجود کا اظہار کرتا ہے۔ ٹھوس زمین کے باسی ہمیشہ کنارے ڈھونڈتے ہیں مگر کنارہ کہاں ہے۔ ساحل ، جلاوطنوں کی امید تو ہے مگرحقیقی ساحل کہاں ہیں ۔ معصوم ای نڈ ساحلوں کی تلاش میں نظریں دوڑاتی ہے ۔

مگرساحل اور اینڈ کے بیچ ایک گہرا اور وسیع سمندر حائل ہے۔ فیروز کو نظر آنے والا ساحل معنوی سطح پر تہہ در تہہ پرتوں میں چھپا ہے۔

""میں تو ساحل کودیکھ رہاتھا۔"
ساحل کہاں ہے؟" وہ ریلنگ کےدرمیانی ڈنڈے پر پاؤں رکھ کرکھڑی ہو گئی۔
"ساحل کہاں ہے؟"
"اب چھپ گیاہے۔"
"کہاں؟"
"سمندر کے پیچھے"(۲)

سمندر اور طوفان کا بڑا قدیمی رشتہ ہے۔ طوفان ہمیشہ جلاوطنوں کا تعاقب کرتے ہیں ۔ ان طوفانوں کی کئی شکلیں ہیں ۔ یہ کہیں برف بن کر آتے ہیں اور کہیں تپتی ریت کےجھکڑوں کی صورت نمودار ہوتے ہیں ۔ کہیں خونی جنگ بن کرتو کہیں سرد جنگ کے شکل میں۔ نہ سفر ختم ہوتے ہیں اور نہ ہی طوفان تھمتے ہیں۔بیسویں صدی کا عصری سمندر جنگوں کے خونی طوفانوں کی زد میں رہا ہے۔ جہاز پر سوار ہینگرین جوڑا بوڈا پسٹ کی جنگ طوفان پاٹ چکا ہے مگر سمندر تو طوفانوں کا گھر ہے:

ہم بوڈا پسٹ میں تھے جب (1956ءکی) بغاوت شروع ہوئی--" کھانے کے بعد کافی پیتے ہوئے ہینگرین خاوند نے پہلی بار اپنے زبردستی کے مزاحیہ لہجے کو ترک کر کے یکساں ، غیر جذباتی آواز میں بتانا شروع کیا۔" ہم اس وقت اپنی منگنی کا اعلان کر چکے تھے اور ساتھ ساتھ کی فیکٹریوں میں کا م کررہے تھے۔ بوڈا پسٹ کی گلیوں میں جہاں ہم رہتے تھے، ہم نے کچے مورچے کھڑے کیے اور پانچ روز تک ان کےعقب سے لڑتے رہے۔ جب روسی ٹینک شہر میں داخل ہوئے تو ہم انڈر گراؤنڈ چلے گئے۔ اس رات---جب ہم شہر سے فرار ہوئے ہیں---ہمیں برف کے طوفان نے آ گھیرا۔خدایا۔ تمہارے ملک میں طوفان آتے ہیں؟"
'نہیں'
"پھر تم اندازہ نہیں کر سکتے--""(۳)

سمندر اور افسانے کے راوی"فیروز"کا مکالمہ شعوراور لاشعور سے سینچی گئی عصری آگہی کا اظہار ہے۔ وقت ایک نامیاتی کل ہے۔ وقت کئی وقتوں کا مجموعہ ہے۔ وقت کاانت کیا ہے۔ اس کاازل اورابد کیا ہے۔ انسان کا وقت پر اختیا ر کس طرح ممکن ہے۔ سمندر کی گفتگو اجتماعی عصری شعور اور لاشعور کی آواز ہے۔ ندی، دریا اور سمندر وقت ،شعور و آگہی کے قدیمی استعارے ہیں ۔

"غور سے سنو اور پیچھے مڑ کر مت دیکھو کہ جو پیچھے رہ گیا ہے وہ بھی میرے ہی بدن کا حصہ ہے اور جو دوسرے کے بدن کا حصہ ہے تم اس تک نہیں پہنچ سکتےکہ اس وقت جہاں پر تم موجود ہو ، وہاں وقت تھم گیا ہے اور ایک ایک پل پر سے تمہارا اختیار اٹھ گیا ہےکہ یہاں پر میں حکومت کرتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ میں لافانی ہوں اور طاقتور اور غصیلی ہوں---اس لئے کہ جب پل پل پر تمہارا اختیار تھا تو تم نے ہاتھ بڑھا کر کسی تک پہنچنا ہی نہ چاہا اور آخر بے اختیار ہو کر بیٹھ گئے۔"(۴)

وقت یا عصر کےکئی روپ ہیں ۔ اس سفر میں وقت کے پردےپر ابھرنے والے مناظر وقت کی تمام اکائیوں کو ملا کر زندگی کے رنگ دکھاتے ہیں۔ مشرق و مغرب کے مکینوں کے رنگ بھی مختلف ہیں مگر اس زمیں کے بحری جہاز میں اختلافات کے رنگ وقت کے محدود کینوس کو حسین بنانے میں مصروف ہیں۔سمندر جو بے انت عصرکا چشم دید گواہ ہے عصر کی محدود تصویر وں کا امین بھی ہے۔ بیسویں صدی نے انسان سے اس کی معصومیت چھین لی ۔اطلانتک کا یہ سفر دراصل خطے سے کائنات تک کا دائروی سفر ہے۔ عبداللہ حسین نے بڑی مہارت سے

"سمندر" کو علمی انسانوں کے باطنی و خارجی سفروں کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ جہاز پر دورانِ سفررقص کے پس منظر میں انسانی سطح پرمشرق و مغرب کے تہذیبی آہنگ و اختلاف کی تصویر کشی ملاحظہ کیجیے:

"اس وقت میرے ہینگرین جوڑے نے پھر مجھے اپنے چار جمیں لے لیا اور دور دور ہی سے مجھے، رقص کرنے کے لئے، کئی لڑکیاں تجویز کرتے رہے جنہیں میں مستقل رد کرتا رہا۔
"میرےملک میں ایسا رقص نہیں ہوتا۔" آخر میں نے کہا۔
"تمہارے ملک میں کیسا رقص ہوتا ہے؟" ہینگرین بیوی نےپوچھا۔
"ہمارے ہاں خٹک ڈانس ہوتا ہے۔"
"ایں؟"
"یہ مارشل ڈانس ہے۔ "میں نے فخر سے کہا۔ "ہم مارشریس ہیں۔"
وہ دونوں منہ کھول کر ہنسے۔ غصے کے مارے میں بھی منہ کھول کر ہنسا۔"(۵)

انسان وقت کے سامنے بےبس ہے مگر اپنے ہم جنسوں پر اختیار کے حصول کی دوڑ میں بے اختیار ہو چکا ہے۔ سمندر انسانی رازوں کا ازلی امین ہے۔ ہرمن ہیسے کے نوبل انعام یافتہ ناول "سدھارتھ " میں دریا کی طرح وسیع وعریض " اطلانتک " کئی قوموں ، نسلوں اور قبیلوں کی تاریخ سے واقف ہے۔"سدھارتھ" کا بوڑھا ملاح واسودیو بھی دریا کی آگہی سے واقف ہے۔اسے معلوم ہے کہ دریا سب جانتا ہے مگر دریا محدود آگہی کا امین ہے جب کہ سمندر اپنی وسعت و بے کرانی میں کہیں بڑا رازدان ہے۔وہ نسلِ انسانی کی خوش فہمیوں کی حقیقت سے بخوبی واقف ہے ۔ عبداللہ حسین نے فنکارانہ کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئےسمندر کی زبانی عالمی حسیت کو لفظوں کا لبادہ اوڑھا دیا ہے۔

"تم باتیں ہو، لیکن نہیں کرتے گو کرنا چاہتے ہو مگر نہیں کر سکتے۔۔" پھر اس نے مجھ سے کہا" اس لئے نہیں کہ نخیف و نزار ہو اور گویائی سے محروم ہو (کیونکہ یہ غلط ہے)۔۔۔اس لئے کہ پہنچنا نہیں چاہتے بلکہ پانا چاہتے ہو، شامل کرنا نہیں چاہتے اور نہ ہونا چاہتے ہوصرف حاصل کرنا چاہتے ہو، اولّین معصومیت کو جو کھو چکی اور پیچھے ناکارہ جسم چھوڑ گئی ہے، جو اب اندھے بھکاری کی طرح محض صدا دیتا ہے اوربڑھتا ہے اور خوف کھا کر رک جاتا ہے۔"(٦)

"سمندر" اور "فیروز" کے مابین مکالمے میں اس وسیع و عریض بے انت عصر کی ماہیت اور انسانی حیثیت کے موضوع پر گفتگو کے ساتھ ساتھ عبداللہ حسین کا قلم عصر کے حوالے سے اپنی Micro Sensibility کا اظہار کرنا نہیں بھولتا۔ جہاز کی ہوسٹس اینا کے ساتھ درج ذیل مکالمہ عصر کے منظر نامے کو Zoom کر دیتا ہے اور قاری کائنات سے واپس عالمی منظر نامے سے جڑ جاتا ہے۔یہاں انسان کو وسیع عالمی تناظر میں اکائی کے طور پر پیش کرتے ہوئے عبداللہ حسین نے حسیت کو سکیڑ کر لطیف جذبات و احساسات کے باطنی سمندر میں اتر جاتے ہیں جہاں قاری انسان کی ازلی معصومیت کی خوش گوار یت سے ہم کنار ہوتا ہے۔جہاز کی ہوسٹسس اینا فیروز سے کہتی ہے:

""دراصل میں کل شام کو تمہیں تلاش کرتی رہی ہوں۔"
"مجھ کو؟"
مجھے وہ تمہارا ریکارڈ چاہیے تھا۔"
"کونسا؟"
"جو تم کل بجا رہے تھے۔ ایلافٹزجیرالڈکا۔"

"او ۔ ایلا ۔۔۔" میں نے کہا۔
"وہ۔ آئی ایم گلیڈ دئیر از یو اند سور لڈ آف آرڈرنری پیپل۔۔۔"(۷)

بیسویں صدی کی مشہور سیاہ فام امریکی گلوکارہ ایلا فٹز جیرالڈ(Ella Fitzgerald) جسے گیت اور جاز کی خاتون اوّل بھی کہا جاتا ہے کا مذکورہ بالا گانا بیسویں صدی کی چوتھی دہائی کے آغاز اور دوسری عالمی جنگ کے عین زمانے(۱۹۳۱ء) مینمنظرِ عام پر آنے والا معروف گیت ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے تناظر میں اس گیت کے بول صرف اس زمانے کی عصری حسیت کے ہی نہیں بلکہ آفاقی رومان کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔ جمی ڈورسے اور پال کے لکھے ہوئے الفاظ گہری معنویت کے حامل ہیں۔ پہلے دو بند ملاحظہ کیجیے:

"In this world of ordinary people
Extraordinary people
I'm glad there is you

In this world of overrated pleasures
Of underrated treasures
I'm so glad there is you(۸) "

اس گیت کے پہلے دو بند اس مفہوم کے حامل ہیں کہ ان عام اور انتہائی خاص لوگوں کے بیچ تمھاری موجودگی سے مجھے خوشی ہے۔مبالغہ آمیز مسرتوں اور ٹھکرائے ہوخزانوں کے بیچ تمھاری موجودگی میرے لیے باعثِ اطمینان ہے۔عبداللہ حسین نے کمال تخلیقیت سے اس زمانے کے ایک معروف گیت کا حولہ دے کر قاری کا رشتہ اسی حسیت سے جوڑنے کا مکان فراہم کیا ہے جس حسیت کے زیر اثر ، افسانہ لکھا گیا ہے۔وقت کے سمندر میں بیسویں صدی کے اجتماعی درد ،قاری کا رشتہ اپنے حصے کے عصر سے استوار رکھتے ہیں۔ عالمی جنگوں میں جرمنی کے حوالے ،بیسویں صدی کی عصری حسیت کاجزوِ لاینفک ہیں:

"اب سازندوں نے ایک جرمن نغمے" برلن کی گلیوں میں" کی دھن بجانی شروع کر دی اور سارے جرمن جوڑے جذبات سے مست ہو کر بلند آواز میں ساتھ ساتھ گانے کے بول دہرا رہے تھے۔ میں نے اینا کی آنکھوں میں ایک عجیب سی جھلک دیکھی جس نے ایک لحظے کے لئے مجھے پریشان کر دیا۔ وہ ابھی تک خاموش تھی۔ گاتے ہوئے جرمنوں کی آواز لحظہ بہ لحظہ بلند ہوتی جا رہی تھی۔"(۹)

عبداللہ حسین اس سمندری سفر میں روحانی سفر بھی نمودار ہوتی ہیں۔ پانی کی سطح پر ابھرتی مچھلیوں کی طرح یہ روحانی سفر قاری کو نئی دنیاؤں میں لے جاتے ہیں۔ اینا جو ایک ایئر ہوسٹس بھی رہ چکی ہے ، بلندیوں سے ایسے مناظر دیکھ چکی ہے کہ اب کوئی خواہش باقی نہیں رہی:

" " تم کو پتا ہے میں نے کیا کیا دیکھا ہے؟ ایک زمانے میں ائیر ہوسٹس تھی۔ میں نے بیس ہزار فٹ کی بلندی سے طلوح سحر کا منظر دیکھا ہے۔" وہ رکی۔ ' اور میں نے پر سکون سمندروں پر غروب آفتاب دیکھا ہے۔ اور پیرس میں مسلسل دس گھنٹے تک مونا لیزا پر نظریں جمائے کھڑی رہی ہوں، حتیٰ کہ وہ میری آنکھوں میں اتر آئی ہے۔ اس کے بعد۔۔۔تم سمجھتے ہو کہ اس کے بعد انسان کے دل میں کسی جذبے کی خواہش رہ جاتی ہے۔"(۱۰)

عصری حسیت ایک ایسی نادیدہ کیفیت ہےجو اس پوری کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ سمندر کی گفتگو اسی عصری حسیت کا متکلم ثبوت ہے۔ مگر یہ عصری شعور اینا کی گفتگو میں بھی عیاں ہے۔ بیسویں صدی میں انسان نے اپنی معصومیت کے ساتھ ساتھ بہت کچھ کھو دیا ہے مگر ذہانت کو محفوظ رکھا ہے۔ عصری حسیت صرف اپنے عصر کے اجتماعی و انفرادی احساست کا ادراک ہی نہیں رکھتی بلکہ پرامید رہتی ہے کہ راستہ دکھا سکے۔

عبداللہ حسین نے اس افسانے میں عالمی کرب کو سمندری سفر میں ڈھال کر نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ باشعور قاری کو مکتی کا راستہ بھی فراہم کیا ہےعبداللہ حسین کا افسانہ"سمندر" اپنی معنویت میں عصری حسیت کے اظہار کی بہترین مثال ہے۔ فیروز، ای نڈ، ہینگرین جوڑا، بگلے ،ای نڈ کی ماں ، اینا اور سمندر یہ سب عصر کی بازگشت ہیں ۔ زمین اپنے مکینوں کے ساتھ کسی بحری جہاز کی طرح کائنات کے اِس وسیع و عریض سمندر میں محوِسفر ہے اور ہر آنکھ اپنے اپنے حصے کی عصری دنیا کے مشاہدے میں مصروف ہے۔

حوالہ جات:

(۱) عبداللہ حسین،"سمندر"،مجموعہ *عبداللہ حسین*، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء) ص۹۷۶

(۲) ایضاً،ص۹۷۷
(۳) ایضاً،ص۹۷۹
(۴) ایضاً ،ص۹۸۰-۹۸۱
(۵) ایضاً،ص۹۸۵
(۶) ایضاً،ص۹۸۵-۹۸۶
(۷) ایضاً،ص ۹۸۸

(8) https://genius.com/Ella-fitzgerald-im-glad-there-is-you-lyrics

(۹) عبداللہ حسین،"سمندر"، مجموعہ *عبداللہ حسین*، ص۱۰۰۱
(۱۰) ایضاً،ص۱۰۰۱